اسلام اور ہمارا قانونی نظام

(عبد القادر عودہ شہید)

(۵)

اس سلسلے کی گذشتہ قسط شوال ۷۹ھ کے پرچے میں شائع ہوئی تھی بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر یہ سلسلہ کئی ماہ تک رکا رہا۔ اب تاخیر کے لیے قارئین سے معذرت کے ساتھ اسے دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو اب یہ مسلسل رہے گا۔]

غیر شرعی قوانین کے ابطال پر دلائل

(۷) قرآن کے بعد سنت نے بھی نہایت وضاحت سے اولوالامر کی اطاعت کے حدود کو واضح کر دیا ہے اور اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف امراء کی اطاعت سے منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل احادیث صحیحہ سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق — خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت جائز نہیں۔

انما الطاعۃ فی المعروف — اطاعت تو صرف معروف میں ہے۔

بقیہ تفہیم القرآن

کے سعید بن مسیّب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جُبیر، ابو حنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حدِ قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پا گیا تو لعان ختم ہو گیا اور حرمت بھی اُٹھ گئی۔

من امرکم منهم بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔

ان (امراء) میں سے جو کوئی تمہیں معصیت کا حکم دے تو مت سنو اور مت مانو۔

السمع والطاعة علی المرء فیما احب وکره الا ان یؤمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔

مرد پر سمع وطاعت واجب ہے خواہ وہ پسند کرے یا نہ کرے الا یہ کہ اُسے خدا کی نافرمانی کرنے کا حکم دیا جائے تب سمع وطاعت لازم نہیں۔

انه سیلی امرکم من بعدی رجال یطفئون السنة ویحدثون البدعة ویؤخرون الصلٰوة عن مواقیتها قال ابن مسعودؓ یارسول الله کیف بی اذا ادرکتهم قال لیس یا ابن ام عبد طاعة لمن عصی الله ۔ قالها ثلاث مرات۔

میرے بعد ایسے لوگ حکمران ہونگے جو سنت کو مٹائیں گے، بدعات کو رائج کریں گے اور نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں ایسے لوگوں کو پاؤں تو کیا کروں آپؐ نے فرمایا اے ابن ام عبد جو اللہ کی نافرمانی کرے اُس کی اطاعت جائز نہیں۔ آنحضورؐ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت اسلامیہ کا اس امر پر اجماع ہو چکا ہے کہ حکام کی اطاعت صرف احکام الٰہی کے تحت جائز ہے۔ فقہاء و مجتہدین کا اس بارے میں کامل اتفاق ہے کہ اصل حاکم اور صاحب امر صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس بارے میں قطعی طور پر کوئی قولی یا اعتقادی اختلاف نہیں ہے۔ اس بارے میں بھی کلی اجماع ہے کہ جن امور کی حرمت متفق علیہ ہے انہیں حلال اور جائز سمجھنا کفر و ارتداد ہے۔ چنانچہ جو شخص مثلاً زنا یا شراب کو حلال سمجھتا ہے یا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے سوا کسی اور کو امر و نہی کا مطلق مجاز اور مختار سمجھتا ہے اُس کا ایسا سمجھنا صریح کفر ہے۔ اسی طرح جو حاکم صریح کفر و ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے، اُس کے خلاف خروج واجب ہے اور اس خروج کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اُس حاکم کے ان اوامر و نواہی کی مخالفت کی جائے جو اسلام سے ٹکراتے ہوں۔

(۹) اسلام کے اصول و مبادی کے لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو اسلامی ریاست کے کارفرماؤں کو قانون سازی کے غیر محدود اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اُن کے لیے قانون سازی کا حق صرف دو حیثیتوں سے تسلیم کیا جا سکتا ہے

اوّل یہ کہ وہ تنفیذی قوانین وضع کریں یعنی شریعت کے احکام و نصوص کے نفاذ کے لیے قواعد و ضوابط اور ان کی عملی صورتیں متعین کریں، دوسرے یہ کہ وہ تنظیمی نوعیت کے قوانین بنائیں یعنی اس طرح کے قوانین کی تشکیل کریں جو اسلامی معاشرے کے نظم کو برقرار رکھنے اور اس کی اجتماعی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ یہ دوسری قسم کی قانون سازی اُسی دائرے میں عمل پذیر ہوتی ہے جس میں نصوصِ شرعیہ خاموش ہوں۔ قسم دوم کے قوانین کے بارے میں شبہ ہوتا ہے کہ ان کی تشکیل پر کوئی حد بندی نہ ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نوعیت کی قانون سازی میں بھی ہمیں مطلق اور کلّی اختیارات نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ اس طرح کے قوانین بناتے وقت بھی شریعت کی روح اور اُس کے اصولِ عامّہ کو ہمیشہ نگاہ کے سامنے رکھنا پڑتا ہے اور انہی کی روشنی میں تنظیمی قوانین کا اجراء عمل میں لانا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دونوں قسم کی قانون سازی حدود اللہ کے اندر مقید ہے۔ ہمارے حکمران اور مقننین ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں اور دوسری طرف وہ جماعت اسلامیہ کے نائب اور نمائندہ ہیں۔ خلیفۂ رسول ہونے کی حیثیت سے اُن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب و سنت سے سرمُو انحراف کریں اور اسی طرح مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بھی اُن کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مسلک اور نظریات کی خلاف ورزی کریں۔ انہیں رسول کی جانشینی اور مسلمانوں کی نیابت کا منصب اس لیے سونپا گیا ہے کہ وہ دین کے قیام کے لیے جدوجہد کریں، نہ یہ کہ دین کے انہدام کے درپے ہوں۔

(۱۰) مسلمانوں کے دستور کی اساس شریعت ہے۔ اس لیے جو قانون اس کے مطابق ہوگا وہ جائز ہوگا اور جو اس کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا۔ شریعت اس وقت تک واجب الاتباع ہے جب تک اسے منسوخ نہ کر دیا جائے۔ لیکن اللہ کی ایک کتاب کو اللہ کی دوسری کتاب ہی منسوخ کر سکتی ہے اور ایک رسول کی سنت ہی دوسرے رسول کی سنت کی ناسخ ہو سکتی ہے۔ کتب و رُسل کا سلسلہ اب بند ہو چکا ہے۔ اس لیے قوانینِ شرعیہ میں ترمیم و تنسیخ کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی انسانی قوانین شرعی قوانین کی جگہ لے سکتے ہیں۔

مصری قوانین کا بطلان عام انسانی قوانین کے عدمِ جواز کے وجوہ تو بیان ہو چکے ہیں مگر مصری قوانین کے باطل ہونے کے مزید وجوہ بھی موجود ہیں۔ ان کے بطلان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان قوانین کی اکثریت خود مصری

دستور کی مخالف ہے۔ مصری دستور میں یہ دفعہ ابتداء ہی میں ثبت کی گئی ہے کہ ریاست کا رسمی اور سرکاری دین اسلام ہے (دین الدولۃ الرسمی ھوالاسلام)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے قانونی نظام کا دستوری سنگِ بنیاد اسلام ہے، اسلام ہی وہ ماخذ اور سرچشمہ ہے جس سے سارے قوانین کی تخریج کی جائے گی اور یہی ایک منبع و مرجع ہے جہاں سے قانون بناتے وقت رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ حقیقت میں یہ دستوری دفعہ ہماری سیاست، ہماری معاشرت اور ہماری داخلی اور خارجی پالیسی سے متعلق قوانین پر ایک قید لگا دیتی ہے۔ ہم شریعتِ اسلامیہ کے عائد کردہ حدود و قیود سے باہر اور اس کی روح کے خلاف کوئی قانون سازی کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس لیے ایک مصری پر از روئے دستور بھی لازم ہے کہ وہ سارے غیر اسلامی قوانین کو باطل سمجھے کیونکہ وہ خلاف دستور ہیں۔ وضعی قانون (ADMINISTRATIVE LAW) ہمیشہ دستوری قانون (CONSTITUTIONAL LAW) کے تابع ہوتا ہے اور اگر دونوں میں تخالف ہو تو اول الذکر کو آخر الذکر کی روشنی میں کالعدم اور باطل قرار دینا ضروری ہوتا ہے۔ مصری عدالتیں ایسے قوانین کو باطل قرار دیتی رہی ہیں۔ چنانچہ مصر کی عدالت عالیہ نے اپنے فیصلہ نمبر ۱ ۱۹۶۵ء میں تحریر کیا ہے کہ دستور کے مبادی میں سے کسی اصل و مبدأ کو اگر کسی قانون میں نظر انداز کر دیا جائے تو وہ قانون خلاف دستور (ULTRAVIRES OF THE CONSITUTINO.) ہے۔ اس فیصلے کی رو سے مجلس الدولہ کا وضع کردہ ایک قانون باطل قرار دیا گیا تھا۔ دستور کی بالادستی اور قانون کے استحکام کے لیے بہترین ضمانت یہ ہے کہ قانون سازی میں ہمیشہ دستوری حدود کو ملحوظ رکھا جائے۔ عدالتوں کو بھی یہ پورا حق حاصل ہے کہ وہ قانون کی صحیح تعبیر و تنفیذ کریں اور قوانین میں تعارض کی صورت میں فیصلہ کریں کہ کونسا قانون دستور کے مطابق ہے اور کونسا مخالف! بلکہ عدالتوں پر یہ لازم ہے کہ اگر کوئی قانون دستور سے متصادم ہو تو وہ اُسے باطل قرار دیں اور اس پر دستور کا غلبہ تسلیم کریں کیونکہ دستور قانونِ اعلیٰ ہے اور عام قانون پر اُسے اتباع کے لحاظ سے فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔

قوانینِ عامہ کے بارے میں ایک مسلّم اصول یہ بھی ہے کہ جو قوانین اس نوعیت کے ہوں کہ وہ قانون کے معروف تصورات کے خلاف پڑتے ہوں ان کی ایسی تعبیر کرنی چاہیے جو قانون کے بنیادی مقصد اور منشا کے

مخالف نہ ہو۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کے بارے میں جب یہ امر طے شدہ ہے کہ وہ اسلام کے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی تو اجنبی قوانین کے معاملے میں یہ ضروری ہوگا کہ انہیں بلادِ اسلامیہ میں نافذ کرنے سے پہلے ان کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے اور ان میں سے غیر اسلامی اجزا کو حذف کیا جائے۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ جو مغربی قوانین ہمارے ہاں رائج کیے گئے ہیں کس طرح وہ قانون کے بنیادی فریضے کی ادائیگی میں ناکام رہے ہیں اور کس طرح وہ قانون کے معروف اصولوں سے متصادم ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو یہ امر لازم آتا ہے کہ ان مغربی قوانین کے غیر اسلامی پہلوؤں کو نفاذ کے وقت ترک کر دیا جائے اور انہیں بلا ترمیم و تنسیخ جوں کا توں اختیار نہ کیا جائے۔

مغربی قوانین کے اثرات | یہ قوانین دراصل ایسے ممالک کے لیے وضع کیے گئے ہیں جن کا ماحول ہمارے ماحول سے الگ ہے۔ وہاں کے باشندگان سے ہمارا اتفاق کم اور اختلاف زیادہ ہے۔ ان قوانین میں خیر بھی ہے اور شر بھی۔ ان کے بعض اجزا ہمارے عقائد کے موافق ہیں اور بعض مخالف ہیں۔ بعض ہمارے اخلاق و عادات کے مطابق ہیں اور بعض نہیں ہیں۔ ان کے کچھ حصوں کو ہمارا قلب و ضمیر قبول کرتا ہے اور کچھ حصوں سے نفرت اور ابا کرتا ہے۔ ان قوانین نے ہمارے افکار کو فاسد کر دیا ہے، ہمارے ذہنوں کو پراگندہ کر دیا ہے، ہمارے دلوں کو مسخ کر دیا ہے اور ہماری زندگی کو بگاڑ دیا ہے۔ انہوں نے ہماری صفوں میں انتشار برپا کر دیا ہے، ہمارے قلوب کو رنج و الم سے بھر دیا ہے اور ہمارے سینوں میں تلخی کا بیج بو دیا ہے۔ ان قوانین نے ہمارے اندر عجیب و غریب منطق اور خطرناک قسم کا تضاد اور اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ ہم بیک وقت ایک چیز کو حلال بھی قرار دیتے ہیں اور اُسے حرام بھی سمجھتے ہیں، ہم ایک عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور اُس کے خلاف عمل بھی کرتے ہیں۔ یہ تناقض اور تضاد ہماری زندگی کے ہر معاملے میں پایا جاتا ہے خواہ وہ اہم ہو یا غیر اہم۔

مصر کی حیثیت | مثال کے طور پر مصر ہی کو لیجیے۔ یہ ملک اسلام کے ہر اجتماعی شعبے میں مسلم ممالک کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہم اسلام کے بارے میں گفتگو کریں گے تو ہمارے لیے ضروری ہوگا کہ ہم زندگی کے ہر گوشے پر نگاہ ڈالیں۔ کیونکہ اسلام زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے اور اس طرح سے ہمیں آخرت کی کامیاب اور بابرکت زندگی سے ہمکنار کرتا ہے۔ ہماری حکومت، سیاست، معیشت اور معاشرت

اگر اسلام کے اصولوں پر کاربند ہو تو یہ سب ویسی ہی عبادت ہے جیسی عبادت نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے۔ اب ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو مصر عالم اسلام کا دل و دماغ ہے۔ دین اسلام اپنے اولین عہد میں آکر اس ملک میں مکین ہوا ہے۔ تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزرا جب مصر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اسلام سے مشرف ہوا۔ یہاں کے رہنے والوں نے اسلام کی دعوت پر اس طرح لبیک کہا کہ اب اس ملک میں سارے غیر مسلم پانچ فی صد سے زائد نہیں ہیں۔ اسی مصر میں جامعہ ازہر ہے جو دنیائے اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم ترین درسگاہ ہے اور علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے لیے مخصوص ہے۔ ساری دنیا سے تشنگان علم یہاں کا قصد کرتے ہیں اور اسلامی علوم و معارف سے سیراب ہو کر اپنے اپنے ملکوں کو واپس لوٹتے ہیں تاکہ اپنے علمی سرمائے سے اپنے ہم وطنوں کو مستفید کریں۔ مدتہائے دراز سے یہ ملک اسلام کا قبہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ یہی ملک ہے جس نے صلیبیوں اور تاتاریوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور جو ہمیشہ سے صیہونیت اور استعمار سے برسرپیکار رہا ہے۔ یہی ملک ہے جس نے اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی چالوں کو ہمیشہ ناکام بنایا ہے۔ یہ ملک ہر زمانے میں اسلام کا ماویٰ اور ملجا، علماء مصلحین کا قبلہ اور دین کے مظلوم مجاہدین کی پناہ گاہ رہا ہے۔ پہلے زمانے میں بھی احیائے اسلام کے لیے تحریکیں یہاں سے برپا ہوتی رہی ہیں اور اس زمانے میں بھی اس ملک سے ایک اسلامی تحریک اٹھی ہے جو تجدید دین کی قوی ترین اور عظیم ترین انقلابی تحریک ہے۔ یہ مصر سے نکلی ہے اور تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گئی ہے۔ اس نے ان ممالک کے اسلامی عناصر کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کی ایک ایسی نسل تیار کر دی ہے جس کا نصب العین اور لائحۂ عمل ایک ہے اور جو ایک ہی قبلۂ مقصود کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے، قرآن جس کا دستور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پیشوا ہیں اور شہادت فی سبیل اللہ جس کی دلی تمنا ہے۔ خدا کی قسم مومنین میں سے لوگ ہیں کہ جنہوں نے سچ کر دکھایا ہے اپنے وعدے کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ ان میں سے کوئی ایسا ہے جس نے اپنی نذر پیش کر دی ہے اور کوئی ایسا ہے جو ابھی منتظر ہے اور انہوں نے (اپنے وعدے میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔[1]

---

[1] یہ دراصل سورۂ احزاب کی ایک آیت کا ترجمہ ہے جسے مصنف نے نقل کیا تھا۔ آیت یہ ہے: من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے — ربانی ۱۳۲۴ھ

مصر نے عہدِ قدیم اور عہدِ جدید میں اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں اور اس میں جو اسلامی فضا موجود رہی ہے اس کی وجہ سے یہ ملک مسلمانوں کی دینی تمناؤں کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ اس ملک نے ہمیشہ اسلام کی مدافعت اور دنیا بھر میں اس کی اشاعت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ آج بھی یہاں کے لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سربکف ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ اب دوسری طرف آپ دیکھیے کہ یہی مصر جو اسلام کی خدمت اور محافظت کا مدعی ہے یہ یورپین قوانین کو اپنا کر اسلام سے کیا معاملہ کر رہا ہے۔ یہ جدید قوانین اُس نے فرانس سے مستعار لیے ہیں جو الحاد اور بے حیائی کا گڑھ ہے، یا انگلستان سے لیے ہیں جو رات دن اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہے۔ یا پھر اٹلی سے لیے ہیں جس کی ساری تاریخ اسلام کے خلاف ناکام جدوجہد میں گزری ہے۔ یہ قوانین ایسی غیر مسلم اقوام سے اخذ کیے گئے ہیں جو مسیحیت کی مدعی تو ہیں مگر حضرت مسیحؑ کی تعلیمات سے بالکل عاری ہیں، جو رسالتِ مسیحؑ پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتی ہیں مگر درحقیقت شرک، کفر اور طغیان پر اپنی پوری حیاتِ اجتماعی کو تعمیر کیے ہوئے ہیں۔ مصر ایک مسلمانوں کا ملک ہے اور ایک مسلمان حکمران اس میں حکومت کر رہا ہے۔ ریاست کا سرکاری دین اسلام ہے۔ ریاست کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ شعائرِ اسلامی کی سرپرستی کرے معابد و اوقاف کی نگہبانی کرے اور اسلامی تعلیم و تہذیب کو زندہ رکھے۔ ریاست پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے کہ وہ قومی سیاست، معاشرت، معیشت اور آداب و اخلاق کو اسلامی اصولوں پر استوار کرے۔ یہ تمام امور ایک اسلامی ریاست کے خصائص میں سے ہیں۔ لیکن ان تمام اعلانات کے باوجود مصری حکومت نے قوانینِ موجودہ کی بدولت شریعتِ اسلامی کو معطل کر رکھا ہے اور اسلام کے حلال کو حرام اور اسلام کے حرام کو حلال کر رکھا ہے۔

مصری حکومت نے ملک میں شرعی قوانین کے بجائے فرنگی قوانین کو رائج کر رکھا ہے، حالانکہ یہ قوانین احکامِ اسلام کے مخالف ہیں اور علمی و فنی لحاظ سے یہ اسلامی قوانین کا کسی حیثیت سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱) کہ یہاں جماعت الاخوان المسلمون کا ذکر ہو رہا ہے، جس کے رُکن اور قائد عودہؒ شہید بھی تھے۔ قارئین نے یہ بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ آیت مصنف مرحوم اور اُن کے مظلوم رفقاء پر کیسی صادق آتی ہے، کس طرح عودہ مرحوم یہ سطور لکھتے وقت و منھم من ینتظر کی صف میں تھے اور کس طرح پھانسی کے تختے پر لٹک کر وہ فمنھم من قضیٰ نحبہٗ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ رحمہ اللہ (مترجم)

اسلامی تہذیب کو زندہ کرنے کے بجائے اس کی قبر کھودی جارہی ہے اور حکومت مصر دین کی اقامت و تجدید کے اس انوکھے اور اُلٹے طریق سے ذرہ برابر نہیں شرماتی، حالانکہ قرآن نے صاف کہا ہے کہ:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (الجاثیہ: ۱۸)

پھر ہم نے تمہیں امر دین کا ایک راستہ دکھا دیا ہے پس اس کی پیروی کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی مت کرو جو نہیں جانتے ۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الاعراف: ۳)

پیروی کرو اس کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اور اس کے سوا دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو۔ کم ہی تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النساء: ۶۵)

پس نہیں، تیرے رب کی قسم، نہیں وہ ایماندار ہو سکتے تک کہ وہ حکم نہ بنائیں تجھے آپس کے جھگڑوں میں پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں تنگی اس چیز سے جو تم فیصلہ کرو اور سر بسر تسلیم نہ کریں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔

اور جنہوں نے فیصلہ نہ کیا اللہ کے نازل کردہ کے مطابق پس وہی لوگ کافر ہیں۔

اگر اللہ کے احکام یہ ہوں اور اسلامی ممالک کی حکومتوں نے انہیں معطل کر رکھا ہو تو ایسی حکومتوں کے بارے میں ہر عقلمند انسان خود آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے اور اُسے یہ کہنے میں قطعاً کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ یہ حکومتیں مسلمانوں کو کفر کی طرف دعوت دیتی ہیں اور اس کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہیں۔

مصر میں محرمات حلال ہیں مصری حکومت نے، جس کا سرکاری دین اسلام ہے، سودی لین دین کی مختلف صورتوں کو حلال کر رکھا ہے۔ بلکہ پوری قوم میں اس بات کی تبلیغ کی جاتی ہے کہ رعایا سود سے اپنی دولت بڑھائے حالانکہ اس حکومت کو معلوم ہے کہ اسلام نے سود کی ہر شکل کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہونگے مگر اس طرح جس طرح کھڑا

يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ، ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا، وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (البقرہ: ۲۷۵)

ہوتاہے وہ جسے حواس باختہ کر دیا ہو شیطان نے چھو کر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود کی مانند ہے حالانکہ حلال کیا ہے اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ہے سود کو۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ: ۲۷۸)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو باقی ہے سود میں سے اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اعلان سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے ہیں تمہارے اصل زر۔ تم نہ ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

اسی مصر میں شراب، جُوا اور لحم خنزیر حلال ہے اور حکومت نے مردوں اور عورتوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ان محرّمات کے استعمال اور ارتکاب کے لیے علانیہ مجالس قائم کریں اور سر بازار ان کے لیے دکانیں سجائیں، حالانکہ اس حکومت کو یہ قرآنی حکم معلوم ہے کہ:-

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ۔

حرام کیا گیا ہے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔ (المائدہ ۹۰)

شراب، جُوا، استھان اور پانسے تو ناپاک اور شیطانی عمل سے ہیں پس ان سے بچو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام

ہر نشہ آور شے خمر ہے اور ہر نشہ آور شے حرام ہے۔

ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام

جو زیادہ مقدار میں نشہ پیدا کرے وہ تھوڑی مقدار میں بھی حرام ہے۔

لعن اللہ الخمر ولعن شاربها وساقیها وعاصرها ومعتصرها وبائعها ومبتاعها وحاملها

اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، نچوڑنے والے پر، کشید کرنے والے پر،

والمحمولة الیہ واکل ثمنہا۔ خرید و فروخت کرنے والے پر، اٹھا کر لے جانے والے پر، جس تک پہنچائی جائے اُس پر اور اسکی کمائی کھانے والے پر۔

حکومتِ مصر اس بات سے بھی نہیں شرماتی کہ شراب خرید کر اُسے سرکاری اور پبلک تقریبات میں شرکاء کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح سے ہمارے حکمران اُس لعنت کے مستحق بنتے ہیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

یہی حکومتِ مصر اس بات کو جائز قرار دیتی ہے کہ رقص و سرود کی محفلیں منعقد ہوں اور ان میں غیر محرم مرد اور عورتیں بغلگیر ہو کر اور شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر نیم برہنگی کی حالت میں ناچیں۔ کیا یہ بے حیائی اور حرام کاری کی کھلم کھلا اشاعت نہیں ہے۔ کیا حکومت کو یہ قرآنی حکم معلوم نہیں ہے کہ:۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۔ (الاسراء: ۳۲)

اور زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ یہ بے حیائی اور بہت برا راستہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی اُن لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں اُن کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اسلام کی تعلیم تو یہاں تک ہے کہ اُس نے زانی مرد کا پاک دامن عورت سے اور زانیہ عورت کا نیکوکار مرد سے نکاح منع فرمایا ہے۔ قرآن میں ہے:۔

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النور: ۳)

زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ اور مشرکہ سے اور زانیہ سے نہیں نکاح کرتا مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ مومنین پر حرام کر دیا گیا ہے۔

تعلیمِ دین کا فقدان ریاستِ مصر کا دین اسلام ہے اور اسی مصر میں انگریز، فرانسیسی اور اطالوی مشنریوں کو اذنِ عام ہے کہ وہ اس ملک میں تبلیغی مراکز قائم کریں اور مسلمان بچوں کو بے دین بنائیں، لیکن سرکاری مدارس میں دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے انہیں روشناس نہیں کرایا جاتا لیکن یورپ کے ممالک کی تاریخ بڑے اہتمام سے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اسلام کی بنیاد کلمۂ شہادت، اقامتِ صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، صومِ رمضان اور حج بیت اللہ پر رکھی گئی ہے۔ کیا ہماری حکومت کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اسلام کی ان بنیادوں کی ہر مسلمان کو تعلیم دینا اُس پر واجب ہے۔ کتاب اللہ میں وارد ہے:۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ۔ (التوبہ: ۱۲۲)

کیوں نہ نکلی ہر گروہ میں سے ایک جماعت کہ وہ سمجھ پیدا کرتے دین میں اور ڈراتے اپنی قوم کو جب لوٹتے اُن کی طرف۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔

جس کے ساتھ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ خیر کا اُسے سمجھ عطا کرتا ہے دین کی۔

ما عُبد اللہ تعالیٰ بشیٔ افضل من فقہ فی الدین ولفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ولکل شیٔ عماد وعماد ھذا الدین الفقہ۔ خیر دینکم ایسرہ وخیر العبادۃ الفقہ۔

نہیں عبادت کی جاتی اللہ کی کسی شے سے جو افضل ہو دین کی سمجھ سے۔ دین کی سمجھ رکھنے والا ایک شخص زیادہ بھاری ہوتا ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔ ہر شے کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون اس کی سمجھ ہے۔ تمہارا سب سے اچھا دین وہ ہے جو آسان ہو اور سب سے اچھی عبادت دین کی سمجھ بوجھ ہے۔

داعیانِ اسلام کی مظلومیت یہی مصری "اسلامی حکومت" ہر اُس شخص کے خلاف محاذ قائم کر لیتی ہے جو صحیح اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور حکومت کو اس کی ضلالت آمیز اور گمراہ کن کارروائیوں سے روکتا ہے۔ یہ حکومت اپنے فاسقانہ قوانین کو ایسے لوگوں کے خلاف حرکت میں لاتی ہے، ان کی زبان بندی قلم بندی کرتی ہے اور انہیں جیلوں میں ٹھونس کر انواع واقسام کے عذاب کا نشانہ بناتی ہے۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے کہ یہ لوگ اپنے اسلام میں مخلص ہیں اور یہ ٹھنڈے دل سے اس صورتِ حال کو گوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی مسلمان غیر اسلامی حرکات کا مرتکب ہو۔ کیا اس حکومت کو معلوم نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلم پر از روئے

اسلام واجب ہے اور منکر کو حسبِ استطاعت مٹانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران: ۱۰۴)

اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک امت جو بلائے خیر کی طرف، حکم دے معروف کا اور روکے منکر سے۔

ہم پہلے معروف اور منکر کی تعریف بھی بیان کر چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی نقل کر چکے ہیں کہ:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان۔

قوانینِ شرعیہ سے انحراف ہماری حکومت اسلام کے تقاضوں کو اس طرح سے پورا کر رہی ہے کہ اسلام کے ایک ایک حکم سے روگردانی اختیار کی جا رہی ہے۔ چونکہ زکوٰۃ کو اسلام نے فرض قرار دیا ہے، اس لیے اس کے قوانین کو معطل کر دیا گیا ہے لیکن بیسیوں یورپین اور امریکی قوانین کو یہاں رائج کیا گیا ہے، حالانکہ یہ بالکل ممکن تھا کہ ان کی جگہ پر انہی جیسے بلکہ ان سے افضل قوانین شریعت سے اخذ کر کے نافذ کیے جاتے۔ شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیار کو روز بروز اسی لیے تنگ کیا جا رہا ہے کہ وہ احکام اسلامی کے نفاذ کا ایک ذریعہ ہیں[1]۔ اسلامی قانون وفقہ کے لیے ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز عرصہ سے زیرِ غور تھی۔ اُس کے لیے کئی مرتبہ بجٹ میں گنجائش بھی رکھی گئی مگر اُسے بار بار نظر انداز کیا جا رہا ہے کیونکہ اُس کے بارے میں بھی یہ خدشہ ہے کہ وہ قوانین شرعیہ کی ترویج وتقویت کا موجب ہو گا۔ ہماری حکومت کے لیے اسلام کے قوانین کو چھوڑ کر کفر وضلالت کے قوانین کو اختیار کر لینا کتنا آسان ہے لیکن کافرانہ قوانین کو چھوڑ کر اسلامی قوانین کی طرف آنا اس کے لیے کتنا مشکل ہے؟ کیا اس حکومت کو معلوم نہیں ہے کہ شرک کا استیصال اور اسلام کا قیام ازروئے قرآن اسلامی حکومت کا اولین فریضہ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کی روشنی میں سارے معاملات طے کرے۔

[1] مصر کی موجودہ فوجی حکومت نے شرعی عدالتوں کے وجود کو کلیتہً مٹا دیا ہے (مترجم)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (النور: ۵۵)

وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور عمل کیے ہیں اچھے، ضرور جانشین کریگا انہیں زمین میں جس طرح جانشین کیا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور طاقت دیگا اُن کیلیے اُن کے دین کو جو اُس نے پسند کیا ہے اُن کے لیے اور ضرور بدل دے گا اُن کے خوف کو امن سے، عبادت کرنے ہیں میری، نہیں کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک اور جو کفر کرے اس کے بعد پس وہی لوگ فاسق ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (الحج: ۴۱)

وہ لوگ، اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشتے ہیں تو نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور اللہ کے لیے ہے معاملات کا انجام۔

مصر کی غلامی کا باعث مصر ابھی تک آزادی اور استقلال کی تلاش میں ہے۔ آئیے دیکھیں کہ اس ملک نے کس کس طرح آزادی کے لیے جد و جہد کی ہے اور کس طرح اسلام سے اعراض و انحراف کی بنا پر اسے اس جد و جہد میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ گزشتہ صدی کے اواخر میں ہمارے ہاں ایک داخلی فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز ۱۸۸۲ء میں خدیو مصر کی حمایت اور رعایا سے اُسے بچانے کے بہانے مصر میں آ گھسے۔ اس سے پہلے انگریز بارہا مصر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے رہے لیکن انہیں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ مصر اور فرانس کی جنگ کے بعد انگریزوں نے دو مرتبہ مصر میں قدم جمانے کی سعی کی لیکن دونوں مرتبہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ محمد علی پاشا کے زمانے میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر مصر میں در آنے کی کوشش کی لیکن ہم نے انہیں دھکیل کر سمندر کی جانب پھینک دیا۔ چنانچہ وہ نامراد اور رسوا ہو کر اپنے گھر کو لوٹ گئے اور اس بات سے قطعاً مایوس ہو گئے کہ وہ طاقت کے بل پر کبھی مصر میں داخل ہو سکیں۔ اس کے بعد انہوں نے روباہی مکر و فریب سے کام لینا شروع کیا اور سازشوں کا جال بچھا کر موقع کا انتظار کرنے لگے۔ آخر کار ہنگامہ

عرابیہ نمودار ہوا۔ انگریزوں نے خود اس کے لیے فضا کو سازگار بنایا اور اس کے شراروں کو اس حد تک ہوا دی کہ اس آگ کے شعلے پوری طرح بھڑک اٹھے۔ انگریز دوبارہ قیام امن کا دعویٰ لے کر مصر میں آدھمکے لیکن ان کا اصل ارادہ یہ تھا کہ مصر پر تسلط جمائیں اور اس کی گردن پر سوار ہو کر ہمیشہ کے لیے بیٹھ جائیں۔ انہوں نے بیسیوں مرتبہ یہ اعلان کیا کہ مصر میں ان کا قیام عارضی ہے اور وہ بہت جلد اسے خالی کر دیں گے لیکن انہوں نے ہمیشہ کذب بیانی اور وعدہ خلافی سے کام لیا۔ یہ لوگ مصر میں بیٹھ کر مصر کو لوٹتے رہے، مصریوں کا خون نچوڑتے رہے اور اہلِ ملک کی عزت و آبرو سے کھیلتے رہے۔

جب ان بحری قزاقوں کے ارادے بالکل آشکارا ہو گئے تو پوری قوم ان کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی اور ابنائے مصر نے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کا عزم کر لیا۔ ہمارے لیڈروں اور حکمرانوں نے اس نصب العین کے لیے قوم کی رہنمائی کا اعلان کیا۔ لیکن ان حکمرانوں نے حصولِ آزادی کے لیے منت سماجت، عجز و نیاز اور بھک منگوں کا سا انداز اختیار کیا۔ انہوں نے حقوق غصب کرنے والوں سے اس بات کی توقعات وابستہ کیں کہ اُن کے اندر انصاف کا جذبہ بیدار ہو کر خود ہی انہیں ظلم سے باز آنے پر مجبور کر دیگا۔ اس خوش فہمی کے بارے میں جو کم سے کم بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سراسر سادہ لوحی پر مبنی ہے اور اس خام خیالی میں وہی مبتلا ہو سکتا ہے جو تاریخ اور فطرتِ انسانی سے بالکل نابلد ہو۔ اگر غاصب کے اندر عدل و انصاف کا کچھ بھی احساس ہوتا تو دنیا استعمار، استبداد اور انتداب کی مختلف صورتوں سے بالکل ناآشنا ہوتی۔ حصولِ آزادی کے بارے میں مصری حکومت کا یہ رویّہ عقل و فطرت ہی کے خلاف نہیں تھا بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی قطعی خلاف تھا۔ اگر ہمارے حکمران فطرتِ سلیمہ اور دینِ اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو راہِ حق اُن پر منکشف ہو جاتی اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ جہاد بالسیف ہی آزادی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ عقل و فطرت کے تقاضوں کا احکامِ اسلام کے مطابق ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) اور رسول اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے دینِ فطرت کا نام دیا ہے۔